International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01, Jan-Jun 2023
pp:444 - 459

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

ماقبل ارتحال موسی یہودی قوم کے احوال: قرآن وعہد نامہ قدیم کا تقابلی جائزہ

The Comparative Study of the Conditions of the Jewish Nation Before the Departure of Moses: According to the Qur'an and the Old Testament

Muhammad Khubaib
MPhil, Department of Islamic Studies, Lahore Leads University;
Junior Patrol Officer (JPO), Punjab Highway Police
Dr. Haseeba Mumtaz
Lecturer Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi
emaan02020@gmail.com
Syed Syar Ali Shah
Head, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi

Abstract

This study provides an analytical examination of the conditions faced by Bani Israel (the Children of Israel) during the era of Prophet Musa (Moses) (AS), utilizing both the Quran and the Bible as primary sources. It explores the socio-political, religious, and moral challenges that the Israelites encountered under the leadership of Prophet Musa. By comparing the narratives and details provided in the Quran and the Bible, the research highlights the similarities and differences in the depiction of Bani Israel's journey from bondage in Egypt to their wanderings in the desert and eventual approach to the Promised Land. The study also delves into the lessons derived from their experiences, including their struggles with faith, obedience, and governance. Through this comparative analysis, the research aims to deepen the understanding of the historical and theological perspectives on Bani Israel's conditions, providing insights into the broader implications of their narrative in both Islamic and Judeo-Christian traditions.

Keywords: Bani Israel, Prophet Musa, Moses, Quran, Bible, socio-political conditions, religious challenges, comparative analysis.

تعارف موضوع

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل میں تشریف لائے یہ وہ دور تھا جس میں فرعون کا ظلم عروج پر تھا۔ بنی اسرائیل غلامی کی زندگی گزار رہی تھی تاریخ میں یہ بات مسلمّہ ہے جس قوم نے کئی صدیاں غلامی کی زندگی گزاری ہو اس میں قوائے

CC BY

عملی سے زیادہ دماغی بیکار اور نارکارہ ہو جاتے ہیں، ان میں ہمت و شجاعت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہی حال بنی اسرائیل کا حال تھا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں سے حال معلوم کرلیا کہ وہ اب بھی بنی اسرائیل کو اپنا غلام ہی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جمع کیا صبر و توکل کی تلقین فرمائی۔ بنی اسرائیل نے یہ سب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "اے موسیٰ ہم تو پہلے ہی بہت سے مصائب کے شیکار تھے آپ نے ہمیں مزید مشکلات میں مبتلاء کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تسلّی دی کہ خدا کا وعدہ سچا ہے "گھبراؤ نہیں تم ہی کامیاب ہوگے اور تمہارے دشمن کو ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑے گا، اس زمین کا مالک فرعون اور اسکی قوم نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت ہی حقیقی مالک وخالق ہیں۔[1]

اس بات کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے اللہ رب العزت نے فرمایا:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۬ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو زمین تو اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسکا مالک بناتا ہے۔ اور انجام تو پرہیزگاروں ہی کا بھلا ہوتا ہے۔ وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم کو اذیتیں پہنچتی رہیں اور تمہارے آنے کے بعد بھی موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔[2]

اس بات سے معلوم ہوتا ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس حواریوں سے حال معلوم کرنے کے بعد اپنی قوم کو تسلّی دے رہے تھے۔ اس وقت دوسری طرف فرعون اور اس کے حواریوں دوبارہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے اس کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ

اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اسکی قوم کو چھوڑ دیجئے گا کہ ملک میں خرابی کریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس نے کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو تو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم ان پر غالب ہیں۔[3]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر دوبارہ سے من حیث القوم بیٹوں کا قتل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس عذاب سے نجات دلانے کے لئے مصر سے اپنی قوم کو نکالنے کا فیصلہ کیا۔

بنی اسرائیل کے مصر سے ہجرت کے حالات:

موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات اور توحید کی دعوت کو جھٹلا کر فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کی انتہاء کر دی تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا آپ اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کو لیکر راتوں رات مصر سے نکل جائیں اس بارے میں قرآن مجید ہمیں رہنمائی دیتا ہے۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًاۙ لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى

اور ہم نے البتہ موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا پھر ان کے لیے دریا میں خشک راستہ بنا دے، پکڑے جانے سے نہ ڈر اور نہ کسی خطرہ کا خوف کھا۔[4]

اس بات کا ذکر ایک اور مقام پر بھی بیان کیا گیا ہے:

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۔ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۔

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات لے نکلو البتہ فرعونیوں کی طرف سے تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔تو فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کئے۔اور کہا کہ یہ تھوڑے سے لوگوں کی جماعت ہے۔[5]

اس بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسر (رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے جانے) کا حکم اس وقت ہوا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور بنی اسرائیل کے درمیان کئے سال گزارے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اسکے پیروکاروں کو دعوت توحید دی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ نشانیاں بھی دیکھلائیں اس کے باوجود انہوں نافرمائی کی۔ بنی اسرائیل پر ظلم کا زیادہ کر دیا اب انکو مصر سے نکلنے جانے کا حکم دیا گیا۔[6]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سفر کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل کی آبادی مصر میں ایک ہی جگہ پر جمع نہیں تھی بلکہ مصر کے تمام شہروں اور بستیوں میں پھیلی ہوئی تھی۔بنی اسرائیل خصوصیت کیساتھ (MEPHIS) سے رعمسیس تک اس علاقے میں بہت زیادہ آباد تھے جس کو جشن کا علاقہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی تمام بستیوں میں یہ ہدایات بھیج دی کے تمام لوگ اپنے اپنے مقام سے ہجرت کے لئے نکل جائیں۔[7]

مصر سے فلسطین یا ارض کنعان جانے کے دو راستے تھے ایک خشکی کا راستہ جو قریب پڑتا تھا دوسرا جو بحر احمر (قلزم) کا راستہ یعنی اس کو عبور کر کے بیابان سور اور سینا (تیہ) کی راہ ہے۔ جس کا راستہ دور پڑتا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکا راستہ بحر احمر کی طرف متعین ہو گیا تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے۔ اس راستے کو متعین کرنے کی مصلحت تھی۔ اگر حضرت بنی اسرائیل کو لیکر خشکی کے راستے سے جاتے تو فرعون کے لشکر سے ٹکراؤ ہو جاتا۔ چونکہ بنی اسرائیل صدیوں سے غلامی میں تھی اس وجہ بزدل اور پست ہمت تھے وہ فرعون کے قافلے کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔[8]

دوسری طرف جب فرعون کو خبر دی گئی کہ بنی اسرائیل رات کو ہی مصر سے نکلنے کے لئے شہروں سے فرار ہو گئے ہیں فرعون نے سنتے ہی ایک زبردست فوج کا دستہ تیار کیا اور انکے تعاقب کت لئے رعمسیس نکل پڑا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

فَاَتۡبَعُوۡہُمۡ مُّشۡرِقِیۡنَ ۔

تو انہوں نے سورج نکلتے وقت انکا تعاقب کیا۔[9]

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو جب مصر سے نکالا وہ 1213ھ قبل مسیح اور منفتاح کا دور حکومت تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کیساتھ مصر سے نکلے اس زمانے میں نہر سویز موجود نہ تھی۔ بحر احمر سے بحر روم تک کا علاقہ کھلا ہوا تھا مگر ان تمام راستوں پر فوجی چھاؤنیاں موجود تھی جس کی وجہ سے اس راستے سے بھی آسانی کیساتھ نہیں نکلا نہیں جا سکتا تھا اسی بنیاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر کا راستہ اختیار کیا۔ غالباً ان کا یہی خیال تھا سمندر کے کنارے ہو کر جزیرہ نمائے سینا کی طرف سے نکل جائیں گے لیکن ادھر سے فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پر آپہنچا اس وقت بنی اسرائیل کا لشکر سمندر کے ساحل پر ہی تھا۔[10]

جب بنی اسرائیل نے فرعون کا لشکر دیکھا تو وہ خوفزدہ ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے اب تو ہم لوگ ان کے ہاتھ آگئے ہیں جس پر موسیٰ علیہ السلام نے انکو جواب دیا اللہ ہمارے ساتھ ہے ہمیں راستہ ضرور دیکھائے گا اس بارے میں قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے:

فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ ۔ قَالَ کَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ ۔ فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ۔

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لئے گئے۔

موسیٰ نے کہا ہر گز نہیں میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا۔[11]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے وحی کے ذریعہ یہ بتلایا آپ اپنی عصایعنی لاٹھی کو سمندر کے پانی پر ماریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو سمندر سے اللہ رب العزت نے راستے بنادیئے اور پانی بڑے بڑے پہاڑوں کی شکل اختیار کر گیا۔ جس طرح اللہ رب العزت کا فرمان قرآن مجید میں موجود ہے:

فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ۔ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ۔ وَ اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ۔ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ۔

اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ تو سمندر پھٹ گیا سو ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔ اور دوسروں یعنی فرعونیوں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا۔ ور موسیٰ اور انکے ساتھ والوں کو تو ہم نے بچالیا۔

پھر دوسروں کو ہم نے ڈبو دیا۔[12]

روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر سمندر کے کنارے پہنچے تو حضرت یوشع بن نون رحمہ اللہ نے پوچھا" اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ کا آپکو کیا حکم ہے" آپ نے فرمایا:" یہی حکم ہے کہ لکڑی کو سمندر پر ماردوں" انہوں نے کہا۔ پھر کیا دیر ہے! اس کے بعد لکڑی کو سمندر میں مارا تو راستے بن گئے، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے بارہ راستے نکال دیئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو سمندر سے نکال رہے تھے تو اتنے میں فرعون کا لشکر بھی قریب آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سمیت جب سمندر سے نکل گئے تو فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں داخل ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی آپس میں دوبارہ مل گیا جس کی وجہ سے فرعون اپنے لشکر سمیت اس پانی میں غرق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو نجات دلادی۔[13]

جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں ڈوب رہا تھا تو اس وقت فرعون کی حالت ایسی تھی جس کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے:

وَ جٰوَزۡنَا بِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَہُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَ جُنُوۡدُہٗ بَغۡیًا وَّ عَدۡوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَکَہُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ۔ آٰلۡئٰنَ وَ قَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَ کُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ۔

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔[14]

تفسیر: {قَالَ اٰمَنْتُ: فرعون نے کہا: میں ایمان لایا۔} اللہ تعالیٰ نے دریا میں بننے والے رستے کو اسی طرح خشک رکھا تا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تَعاقُب میں اپنے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہو جائے۔ جب فرعون اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس دریائی راستے میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دریا میں پڑے ہوئے شگاف کو ملا کر فرعون کو اس کے پورے لشکر سمیت ڈبو دیا۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس امید پر اپنے اخلاص اور ایمان کا اِظہار کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے نجات دیدے گا۔ ڈوبتے وقت جب فرعون نے ایمان کا اقرار کیا تو اس وقت اس سے کہا گیا: کیا اب حالتِ اِضطرار میں جب کہ غرق میں مبتلا ہو چکا ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی اس وقت ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور تو فسادی تھا، خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرعون کے پاس ایک تحریری سوال لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ ایسے غلام کے بارے میں بادشاہ کا کیا حکم ہے جس نے ایک شخص کے مال و نعمت میں پرورش پائی، پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کا منکر ہو گیا اور اپنے آپ مولیٰ ہونے کا مدعی بن گیا؟ اس پر فرعون نے یہ جواب لکھا کہ جو غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل آئے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریا میں ڈبو دیا جائے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا اور اس کو اس نے پہچان لیا۔[15]

اللہ تعالیٰ نے فرعون کو نشان عبرت بنایا:

فرعون جب غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آنے والی قوموں کے لئے نشان عبرت بنانا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

> فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةًؕ-وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۔
>
> آج ہم تیری لاش کو اُترا دیں (باقی رکھیں) گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لیے نشانی ہو اور بے شک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔[16]

علماءِ تفسیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی تو بنی اسرائیل میں سے بعض کو شُبہ رہا اور اس کی عظمت وہیبت جو ان کے قُلوب میں تھی اس کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچانا۔

جدید تحقیق کے مطابق فرعون کی لاش کو سمندر نے باہر پھینک دیا تھا۔ اس کی لاش کو مسالے لگا کر ممی بنا دیا گیا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے مصر کے شاہی قبرستانوں سے شاہی خاندانوں سے کئی ممی نکال کر انکو عجائب گھروں میں محفوظ کیا گیا تھا۔

1907ء میں گرافٹن الیٹ سمتھ نے اس ممی پر سے پٹیاں کھولی تھیں تو اس لاش پر نمک کی تہ جمی ہوئی تھی جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ پانی میں ہی غرق ہو کر مرا تھا۔[17]

مقام واقعہ کے بارے میں:

فرعون کا اپنی قوم کیساتھ غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا مصر کو عبور کرنا وہ مقام کونسا تھا اس بارے میں وہ جگہ متعین ومنضبط نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا اس مقام پر وہ واقعہ ہوا تھا لیکن عام طور "برکہ فرعون" کے نام سے مشہور ہے۔ اس بارے میں قصص القرآن میں تردید کی گئی ہے یہ وہ جگہ نہیں ہے وجہ یہ بتائی جارہی ہے برکہ فرعون تو بحر احمر کی بندرگاہ سویز سے بہت دور ہے۔ قلزم کا مقام جو سویز کے نام سے مشہور ہے اس کی حدود بحر روم کے قریب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لہذا بنی اسرائیل کے عبور کی وہ جگہ ہے جو "عیون موسیٰ" کے نام سے مشہور ہے۔[18]

بنی اسرائیل کی مصر میں قیام مدّت اور تعداد:

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے ساتھ مصر میں 2000 قبل مسیح میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت قحط وخشک سالی کا دور تھا فلسطین سے مصر کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مصر کی سرزمین پر آباد ہوئے۔ کتاب مقدس کے مطابق انکی تعداد اس وقت 70 تھی۔[19]

یہودی روایت کے مطابق بنو اسرائیل کی قیام مدّت مصر میں 430 سال تھی۔[20] مصر سے نکلتے وقت انکے مردوں کی تعداد 603550 لاوی کو نکال کر۔[21] یعنی اگر انکے ساتھ بچوں اور عورتوں کو شامل کر دیا جائے تو کم از کم 20 لاکھ کے قریب بنے گے۔ جبکہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ بیٹے اور پوتے شامل تھے۔ اس وقت انکے پوتے "فقاہت بن لاوی" کی عمر 7 سال کی تھی۔ اس اعتبار سے انکی مصر میں دو نسلیں پیدا ہوئیں۔ نسل عمران جو حضرت موسیٰ اور ہارون کے والد ہیں۔ نسل موسیٰ اور ہارون یہ بات قیاس قرین معلوم نہیں ہوتی تعداد کے اعتبار سے مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے اس بارے میں عہد نامہ قدیم کیا اسکالرز نے ریسرچ کیا خود "دائرۃ معارف برطانیہ" کے کاتب نے اعتراف کیا ہے انکی تعداد پندرہ ہزار سے زیادہ نہیں رہی ہو گی۔[22]

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے اور کہتے ہیں بنی اسرائیل نے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں خوب جم گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد چار سے پانچ صدیوں تک اقتدار بھی مصر کا ان کے پاس تھا، ہوسکتا ہے بنی اسرائیل نے مصر میں دین کی تبلیغ کی وجہ سے لوگ ان کی طرف مائل ہوتے چلے گئے ان کی تمدن وطریق زندگی اسرائیل میں مل گیا ہو۔ اس لحاظ سے مصریوں نے انکو بھی بنی اسرائیل میں شامل کر دیا ہو جیسے غیر عرب میں مسلمانوں کو محمڈن کہا جاتا ہے۔[23]

اس قیاس کی تائید کے اشارات بائبل میں ملتے ہیں جیسا کہ اسرائیلیوں کیساتھ ایک ملی جلی گروہ بھی مصر سے نکلے۔ اسی طرح جو ملی جلی گروہ تھا وہ طرح طرح کی حرص کرنے لگے۔[24]

مولانا مودودی صاحب کے جواب پر اشکال:

جب فرعون کو بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنے کا پتہ چلا تو اس نے اپنی فوج کو جمع کرنا شروع کیا ساتھ کہنے لگا وہ چند لوگ ہیں ہم ان کو پکڑلیں گے اس بات کی تائید قرآن وکتاب مقدس میں موجود ہے قرآن مجید نے فرعون کے اس قول کو نقل کیا ہے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ۔

کہ یہ ایک تھوڑی سی جماعت ہے۔[25]

اس جملے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے لاکھوں لوگوں پر یہ جملہ کیسے مناسب اور موزوں ہے اور اس بات کی تائید خود الاخبار الایام الاول کے اس بیان سے ہوتی ہے " یاد کرو وہ وقت جب تم تعداد کے اعتبار سے بہت ہی کم مصر میں پردیسی زندگی گزار رہے تھے۔[26]

وادی سینا میں بنی اسرائیل کی زندگی کے حالات:

بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر کے جس سرزمین پر قدم رکھا یہ عرب کی سرزمین تھی جو قلزم کے مشرق میں واقع ہے، تورات کی زبان میں بیابان شور، سین، وادی سینا(تیہ) کے نام سے مشہور ہے اور طور تک اس کا دامن وسیع ہے[27]

بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر ایک میدان میں داخل ہوئی۔ قرآن مجید اور یہودیوں کی مقدس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ بنی اسرائیل کی اکثریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حقیقی ایمان نہیں لائے تھی، بلکہ قائد اور لیڈر کی حیثیت سے وہ ان کی اتباع کر رہی تھی۔ بنی اسرائیل صرف مصر میں موجود غلامی سے نجات لینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں کام کر رہی تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وادی تہ یعنی صحراء سینا تک لے آئے تو اب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگانے لگے یہ تو ہمیں اس میدان میں ضائع کرنے کے لئے لایا ہے۔[28]

بنی اسرائیل کی تاریخ کا یہاں سے ایک نیا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ فرعون سے آزادی حاصل کرنے کے بعد وادی سینا میں داخل ہوئے تو ضروریات زندگی کا مطالبہ کیا جس کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَؕ-فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًاؕ-قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْؕ-كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو۔[29]

بنی اسرائیل جب صحراء سینا میں تھی ایک ان پر اللہ نے نعمت یہ بھی عطاء فرمائی دھوپ سے بچاؤ کے لئے بادلوں کو سائبان بنا دیا تاکہ یہ صحراء میں پر سکون رہ سکیں جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے:

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰىؕ-كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْؕ-وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ)

اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من اور سلوی اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔[30]

بنی اسرائیل نے بحر قلزم عبور کیا اور وہاں کے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو انہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عجیب وغریب مطالبہ کر دیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْۚ-قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌؕ-قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (بنی اسرائیل نے) کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو جیسے ان کے لئے کئی معبود ہیں (موسیٰ نے) فرمایا: تم یقیناجاہل لوگ ہو۔[31]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا قانون لائے جو ان کی تمام معاملات میں توحید و رسالت کے مطابق رہنمائی کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے تاکہ امت کسی فساد کا شیکار نہ ہو جائے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلَاثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةًۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۔

اور موسیٰ سے ہم نے تیس رات کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس سے پورا کیا پھر تیرے رب کی مدت چالیس راتیں پوری ہو گئی، اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدوں کی راہ پر مت چلو۔[32]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ اللہ تعالیٰ کے کوہ طور پر اعتکاف کے لئے کم از کم تیس دن اور زیادہ چالیس دن کا وعدہ فرمایا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے ان کیساتھ کیا حالات تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ اعراف میں بیان فرمادیاہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں! فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کی کہ تیری ذات پاک ہے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا یقین لانے والا ہوں۔[33]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی دیدار کی خواہش کی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ایک تجلّی دیکھلائی حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس عمل پر معافی طلب کی جو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی مدّت مکمل کرنے پر تورات عطاء فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطاء فرمائی گئی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے اولوالعزم نبیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوّت کے ساتھ نئی شریعت عطاء فرمائی اور آسمانی کتاب تورات سے بھی نوازا تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ڮ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۔

فرمایا اے موسیٰ! میں نے تجھے امتیاز دیا ہے دوسرے لوگوں پر پیغمبری اور ہم کلامی میں، پس لے لو جو کچھ میں نے تجھے عطا کیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ہم نے اس کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، سو انہیں مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اس کی بہتر باتوں پر عمل کریں، عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔ پھر میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں، اور اگر وہ ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے، اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنی راہ نہیں بنائیں گے، اور گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ بنائیں گے، یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بے خبر رہے۔[34]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا کوہ طور پر چالیس دن ٹھہر کر اعتکاف کرنے کا وہ پورا کر لیا تو اب اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت آسمانی کتاب سے نوازا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ کتاب لکھی ہوئی دی گئی تھی جو ایک ہی مرتبہ نازل کی گئی تھی۔ اب اس بارے میں یہ اشکال نہ ہو احکام عشرہ ہوں تو اس واقعہ میں نازل ہونے والی کتاب توریت ہی تھی۔ اللہ رب العزت نے توریت عطاء فرمائی ساتھ ہی ایسے لوگ جو اس کا انکار کریں ان کا انجام بھی بیان فرمادیا تھا۔[35]

توریت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے واضح روشنی و ہدایت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے توریت کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی اللہ تعالیٰ کے پاس تورات کے حصول کے لئے گئے ہوئے تھے تو بنی اسرائیل نے سامری کی قیادت میں بچھڑے کی عبادت شروع کر دی تھی بنی اسرائیل کے بہت سے واقعات کو قرآن مجید نے جابجا بیان کیا ان میں سے ایک واقعہ بچھڑے کی پوجا کا بھی آتا ہے۔ تمام واقعات کو بیان کرنا مشکل ہو رہا ہے اس لئے اختصار پر ہی اکتفاء کرتا ہے تا کہ اپنے موضوع کو مکمل کر سکوں۔

حضرت ہارون کی وفات:

جب بنی اسرائیل وَادی سینا میں داخل ہوئے تھے تو اس وَادی میں بارہ قبیلوں کے لئے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے، پھر اسی وادی میں ہی اللہ رب العزت کی طرف سے کھانے کے لئے من سلویٰ کا نزول ہوا۔ بنی اسرائیل میں ایک قتل کا واقعہ بھی اسی وادی میں ہوا، بنی اسرائیل میں مالدار شخص جس کا نام قارون تھا اس کو مال و دولت کیساتھ ہی زمین میں دھنسا دیا گیا

، حضرت ہارون علیہ السلام کی 123 سال میں وفات ہوئی۔ مصر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ کو وفات ہوئی۔[36]

ارض مقدس کا وعدہ اور بنی اسرائیل کے حالات:

بنی اسرائیل صحراء سینا میں تھے وہاں سے ارض مقدس قریب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو انکے آباؤ اجداد کا وہ وعدہ یاد دلایا جس میں یہ تھا کہ بنی اسرائیل ارض مقدس میں آئیں گے اور پھلے پھولیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمیں اب ارض مقدس کی طرف جانا ہو گا یہی خدا کا حکم ہے۔ ارض مقدس میں اس وقت ایک جابر و ظالم حکمران تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کہا اب تم اس بستی (اریحا) میں اتر جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح یاب فرمائے گا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

> وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ﳓ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ
>
> اور جب موسیٰ نے کہا کہ اپنی قوم سے اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔[37]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد ان کو اپنے دشمنوں پر جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے قوم! مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ۔ اِس زمین کو مقدس اِس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام رہائش گاہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سُکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے باعثِ برکت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو شہر میں داخلے کا حکم دیا تو قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

> قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ﳓ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَاۚ-فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۔
>
> بولے اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں گے۔[38]

اس کے علاوہ بھی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی یہاں تک کہ جب انکو کہا گیا جاؤ تم لوگ کنعانیوں سے جہاد کرو اور ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ تو ان کا کلام قرآن مجید میں موجود ہے۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔

ترجمہ: (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔[39]

بنی اسرائیل نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا تو اب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے سامنے فریاد کی

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔

موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: اے میرے رب! میں اپنی ذات اور اپنے بھائی (ہارون علیہ السلام) کے سوا (کسی پر) اختیار نہیں رکھتا پس تو ہمارے اور (اس) نافرمان قوم کے درمیان (اپنے حکم سے) جدائی فرمادے۔[40]

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فریاد سن لی اور اس نافرمانی کی وجہ سے بنی اسرائیل کو ایک اور پکڑ کا سامنا کرنا پڑا جس کے بارے میں قرآن مجید بیان کرتا ہے:

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةًۚ-یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِؕ-فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۠۔

فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم اُن بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔[41]

بنی اسرائیل کی بزدلی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ ان پر مقدس سرزمین چالیس سال تک کیلئے حرام کر دی گئی، یعنی بنی اسرائیل اب مقدس سرزمین میں نہ داخل ہو سکیں گے۔ وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے تقریباً ستائیس میل تھی اور قوم کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ وہ سب اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے، جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے۔ یہ اُن پر سزا تھی سوائے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب علیہم السلام کے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی مدد فرمائی تھی۔[42]

میدانِ تیہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مر گئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکا اور کہا گیا ہے کہ تیہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین پر جہاد کا حکم دیا گیا، آپ علیہ السلام باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔[43]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو "ملک الموت" آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا پیغام لے آیا تو آپؑ نے ان کے منہ پر طمانچہ رسید کیا اس کی وجہ سے اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکایت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے اسکی آنکھ کو صحیح کر دیا اور کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہو وہ ایک بیل کی کمر پر ہاتھ رکھیں جتنے بال آپ کے ہاتھ میں آئیں گے اتنے سال اور زندہ رہ سکتے ہو اس کے بعد بھی موت نے آنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موت کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی مجھے ارض مقدس کے قریب کر دے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت موسیٰ کو سرخ ٹیلے (کثیب احمر) کے قریب مدفن کیا گیا تھا۔[44]

نتیجہ بحث

اس مطالعے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کے حالات کا قرآن اور بائبل کی روشنی میں تجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تحقیق بنی اسرائیل کی غلامی سے نجات، صحراء میں ان کی سرگردانی، اور بالآخر ان کے وعدہ شدہ زمین کی طرف پیش قدمی کی کہانیوں کے درمیان پائی جانے والی مماثلتوں اور اختلافات کو واضح کرتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، جس کے نتیجے میں انہیں فرعون کے ظلم سے نجات ملی۔ اس تجزیے سے یہ بات سامنے آئی کہ دونوں الہامی کتب میں موجود بیانات میں نہ صرف تاریخی واقعات کو بیان کرنے کا منفرد انداز موجود ہے، بلکہ ان میں اخلاقی اور دینی تعلیمات بھی موجود ہیں جو آج بھی ہمارے لیے سبق آموز ہیں۔ اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی مشکلات اور آزمائشوں میں پوشیدہ حکمتیں اور پیغامات ہیں جو ایمان، اطاعت اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، مترجم مولانا عرفان، مدنیہ جدید لاہور، قصص القرآن مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، (ج1 ص312)

[2] القرآن 7:128-129

[3] ایضاً 7:127

[4] ایضاً 20:77

5 ایضاً26:52-53-54

6 البیضاوی، عبد اللہ بن عمر، النوار التنزیل واسرار التاؤیل، بیروت 1418ھ، ج4ص139۔

7 ابوالاعلیٰ، مولانا مودودی، یہودیت قرآن کی روشنی میں (ص43، ادار ترجمان القرآن لاہور، پاکستان، 2000ء

8 سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، مترجم مولانا عرفان، مدنیہ جدید لاہور، قصص القرآن مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، (ج1ص325)

9 القران26:60

10 مولانا انیس فلاحی، مذاہب عالم کا ایک تقابلی مطالعہ (ص44-45) مکتبہ قاسم العلوم، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

11 القران26:61–62

12 ایضاً26:63-66

13 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، مترجم، مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر ابن کثیر (ج4ص41) مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز غزنی سٹریٹ لاہور 2009۔

14 القرآن10:90-91

15 محمد قاسم عطاری، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، مکتبہ المدینہ کراچی 2013۔

16 القرآن10:92

17 ساقی، ذوالفقار، قصص الانبیاء، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2014ء (ص540-541)۔

18 سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، مترجم مولانا عرفان، مدنیہ جدید لاہور، قصص القرآن مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، (ص336)

19 کتاب مقدس، خروج1:5

20 ایضاً12:40

21 گنتی1:4

22 مولانا انیس فلاحی، مذاہب عالم کا ایک تقابلی مطالعہ (ص46)، مکتبہ قاسم العلوم، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

23 ابوالاعلیٰ، مولانا سیّد مودودی تفہیم القرآن سورۃ مریم حاشیہ 17 (ج3)

24 کتاب مقدس، خروج12:28-4:11

25 القرآن26:54

26 مولانا انیس فلاحی، مذاہب عالم کا ایک تقابلی مطالعہ (ص46)، مکتبہ قاسم العلوم، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

27 سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، مترجم مولانا عرفان، مدنیہ جدید لاہور، قصص القرآن مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، (ص336)

28 ایضاً

29 القرآن2:60

30 ایضاً2:57

31 ایضاً7:138

[32] القرآن 142:7

[33] ایضاً 143

[34] ایضاً 144-146

[35] سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، مترجم مولانا عرفان، مدنیہ جدید لاہور، قصص القرآن مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، (ص 343)

[36] دکتور شوقی ابو خلیل، اطلس القرآن (145)، دار السلام کتاب وسنّت عالمی ادارہ پاکستان۔

[37] ایضاً سورۃ المائدہ 5:21-22

[38] ایضاً 5:23

[39] ایضاً 5:24

[40] ایضاً 5:25

[41] ایضاً 5:26

[42] محمد قاسم قادری عطاری، صراط الجنان فی تفسیر القرآن (ج 2 سورۃ المائدہ 5:26) مکتبہ المدینہ کراچی 2013۔

[43] مولانا انیس فلاحی، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، (ص 48) مکتبہ قاسم العلوم، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

[44] سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، مترجم مولانا عرفان، مدنیہ جدید لاہور، قصص القرآن مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، (ص 386)